رنگِ خیال

محترم قارئین!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

سہ ماہی علمی وفکری وتحقیقی مجلہ "التفسیر" آپ کے ہاتھوں میں ہے۔ یہ ہماری اولین کوشش ہے۔ امید ہے آپ پسند فرمائیں گے۔ ہم نے اس مجلہ کا نام التفسیر منتخب کیا ہے۔ جو بالعموم قرآن مجید کی نسبت سے بولا اور سمجھا جاتا ہے۔ واضح ہو کہ ہم نے تفسیر کے بجائے التفسیر رکھا ہے، یعنی الف لام تعریفی داخل کر کے نکرہ کو معرفہ بنایا ہے۔

اس نام کے انتخاب کی ایک وجہ تو یہ ہے کہ ہم نے اپنی فکر کا مرکز ومحور قرآن اور صاحب قرآن کو بنایا ہے۔ قرآن اور صاحب قرآن، دونوں لازم وملزوم ہیں۔ کیونکہ آپ ﷺ کی ذات والاصفات قرآن کی مجسم تفسیر ہے۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ لفظ تفسیر اپنے لغوی معنی ومفہوم میں کسی بھی امر کے واضح کرنے، کھولنے اور منکشف کرنے کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ گویا بہر دو اعتبار سے یہ نام "آپ اپنا تعارف ہوا بہار کی ہے" کا مصداق ہے۔

مگر اصل بات یہ ہے کہ کوئی بھی اچھا نام اس وقت تک اچھا ہے، جب تک اس کا مسمّٰی اچھا ہے۔ فقط نام کے اچھا ہونے سے کیا فرق پڑتا ہے جب تک کہ کام اچھا نہ ہو۔ چنانچہ ہماری کوشش ہوگی کہ اپنے مجلہ کے نام کی لاج رکھیں اور واقعی اسم بامسمّٰی کر دیں۔

اس مجلہ کے لیے ہماری پالیسی سر دست یہ ہے کہ ابھی یونیورسٹیز، کالجز اور مستند دینی مدرسوں، دارالعلوموں کے اساتذہ کرام کے مضامین شائع کیے جائیں۔ نیز ان افراد کے بھی، جو تحقیقی کاموں میں مصروف عمل ہیں، یعنی ایم۔ فل یا پی۔ ایچ۔ ڈی کر رہے ہیں۔ علاوہ ازیں جید علمائے کرام اور معروف علمی وفکری وتحقیقی شخصیات کے مضامین بھی زینت قرطاس ہوں۔

ان مضامین کی اشاعت سے ہمارا مقصد قرآن وسنت کی روشنی میں، عصر حاضر کے تقاضوں کے مطابق فکر ونظر کی تطہیر ہے۔ جسکے بغیر کوئی بھی عمل، مثبت رد عمل کا محرک نہیں بنتا۔ اور معاشرے میں کوئی مفید تبدیلی واقع نہیں ہوتی۔ ہم اپنی محدود صلاحیتوں اور محدود وسائل کے ساتھ اپنی سرگرمیوں کا آغاز کر رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں اس مشن میں کامیاب فرمائے! آمین۔

ادارہ

اسلام کی عالمگیری اور تصورِ جہاد

ڈاکٹر محمد شکیل اوج
اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ علوم اسلامی، جامعہ کراچی

جب ہم کہتے ہیں کہ اسلام ایک عالمگیر دین ہے تو اسکا مطلب یہ ہوتا ہے کہ وہ کل عالم کے لئے ہے۔ کسی مخصوص زمانے اور کسی خاص قوم کے لئے نہیں ہے۔ اسکے اصول سب کے لئے یکساں نافذ العمل ہیں۔ اس کے دامن میں اتنی وسعت ہے کہ وہ اپنے اصولوں کے ساتھ سب پر مستولی ہو سکتا ہے اور زمانے کے ہزار ہا تغیر و تبدل کے باوجود اسکی ضرورت کا سب کو اقرار ہے۔ اسکی تعلیمات انتہائی سادہ، برمحل اور عقل وفطرت کے عین مطابق ہیں۔ مثلاً اسلام کے اصول مساوات کو ہی لے لیں۔ اس سے اچھے اصول اب کوئی مذہب پیش نہیں کر سکتا۔ اسلام کا تصور امت بھی اسی اصول مساوات کا حصہ ہے۔ امت میں سب مسلمان ایک دوسرے کے ساتھ برابر کے شریک ہیں۔ فضیلت کا معیار صرف تقویٰ ہے اور حصول تقویٰ میں مسابقت کی راہ سب کے لئے کھلی ہے۔ **واجعلنا للمتقین اماما** (الفرقان ۷۴) یہ قرآن مجید کی تلاوت کرنے والے ہر انسان کے دل کی پکار ہے۔

مختصر یہ کہ اسلام کے ماننے والے قرآن نہ سمجھنے کی وجہ سے یا اس پر عمل پیرا نہ ہونے کے سبب دیگر مذاہب واقوام سے شکست کھا سکتے ہیں۔ لیکن اسلام کے اصول ناقابل شکست ہیں۔ بلکہ مسلمانوں کو شکست دینے والے، خود اسلام کے اصولوں سے شکست کھا چکے ہیں۔ مثلاً عیسائیت کی تثلیث یا ہندومت کی اقنومیت اسلام کے عقیدۂ توحید سے شکست کھا چکی ہے۔

اسلام کا تصور جہاد کیا ہے؟ عصر حاضر کے تناظر میں اسے سمجھنے کی اشد ضرورت ہے۔ ایک ناقابل تردید حقیقت کے طور پر یہ بات کہی جا سکتی ہے کہ روئے زمین پر دنیا کا واحد "مذہب" اسلام ہے کہ جو جنگ کے لئے کچھ مستقل اصول اور قوانین متعین کرتا ہے۔ مثلاً یہ کہ وہ دفاعی جنگ کا قائل ہے، اقدامی جنگ کا نہیں اور اگر اس نے کہیں بظاہر اقدامی جنگ کا حکم بھی دیا ہے تو اس کے پیچھے اصل محرک کے طور پر دفاعی پہلو ہی کارفرما ہے